ISSN:3007-3324(P) Tashkeel e Jadeed volume:3, Issue:1, july to December 2025
ISSN:3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

نورین اختر

ریسرچ اسکالر، پی ایچ ڈی، اردو، نمل، اسلام آباد:Noreenakhtar405gmail.com

مولانا روم اور اقبال: توضیحی مطالعہ

Molana Room and Iqbal: an explanatory study

ABSTRACT

Both Rumi and Iqbal share significant similarities. Both have built their thoughts and philosophies on Islamic teachings and love for Prophet Muhammad (peace be upon him). The core of their poetry revolves around self-realization, and they are continuous advocates of striving. According to them, worship serves not only the purpose of divine pleasure but also self-recognition. It's a pleasant truth that Rumi's ideas have endured for centuries, and as long as admirers of Rumi exist in the world, they will also delve into Iqbal's poetry.

The thoughts of Allama Muhammad Iqbal and Maulana Rumi have found resonance with anyone who has contemplated them. Although there is a vast temporal gap between Rumi's era and Iqbal's, spanning many centuries, spiritually, they emerged in the same era. Their philosophies of selfhood, human love, divine love, mystical thoughts, and Islamic theories are all jewels in the same crown.

KEYWORDS: Core, Endured, Resonance, Delve, Selfhood

مولانا رومی بلخ میں پیدا ہوئے۔ یہ ۱۲۰۷ء کا زمانہ تھا، زیادہ تر حصہ قونیہ میں گزارا اور ۱۲۷۳ء میں دنیا کی زندگی کو خیر باد کہا۔ (۱) اقوام عالم میں بالعموم اور اسلامی ممالک میں بالخصوص ان کا کلام شوق سے سنا اور پڑھا جاتا ہے۔ تصوف سے عقیدت رکھنے والے ان کی مثنوی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اسلامی روایات میں اس کو ہفت قرآن کا درجہ حاصل ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے خصوصی روحانی اور قلبی تجربات کا منبع مولانا روم کو قرار دیا تو کبھی پیر روم کہہ کر مخاطب کیا۔

مولانا کی مثنوی اور دیوان شمس تبریز کے ذریعے ہم بھی مولانا سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ اسلامی نظریۂ حیات کے پیروکار تھے اور ان کا تصوف عقل وجدان سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ ان کا تصور دوسرے علماء سے مختلف تھا۔ وہ حرکت کے قائل تھے اسی وجہ سے ہم ان کے کلام میں زندگی کی روانی محسوس کرتے ہیں۔ اقبال کے پیر و مرشد مولانا روم زندگی سے محبت، جستجو اور مسلسل ارتقاء کے قائل ہیں یہی وجہ ہے کہ شاگرد بھی اسی ڈگر پر قائم ہے۔

۔ میری نوائے شوق سے شور حریم ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں بت کدہ صفات میں(۲)

اقبال نے اسرارِ خودی اور رموزِ بیخودی دونوں مثنویاں، مثنوی رومی کے بحر میں لکھی ہیں۔ جاوید نامہ اقبال کی بہترین نظم ہے اس میں شاعر آسمان کی سیر کو جاتا ہے، اس کی ابتداء میں شاعر ایک پہاڑ کے پاس کھڑا ہے اور مولانا روم ایک غزل گا رہے ہیں۔ مولانا پہاڑ کے پیچھے سے نکل کر اقبال کے سامنے آجاتے ہیں انہیں اپنے ساتھ لے کر مختلف سیاروں کی سیر کراتے ہیں اور دنیا کے مشہور لوگوں سے ان کی ملاقات کراتے ہیں۔ رومی کی غزل کے آخری شعر:

۔ گفتند یافت می نشود جستہ ایم ما
گفت آنک یافت می نشود آنم آرزو است (۳)

(میں نے کہا کہ جو نہیں ملتا ہم اسے ڈھونڈ رہے ہیں، اس نے کہا کہ ہاں ایسے ہی نہ ملنے والے کو ڈھونڈ رہے ہیں)

ضرب کلیم میں رومی پر ایک قطعہ:

۔ غلط نگر ہے تری چشم نیم باز اب تک
تیرا وجود تیرے واسطے ہے راز اب تک
گستہ تا ہے تیری خودی کا ساز اب تک
کہ تو ہے نغمہ رومی سے بے نیاز اب تک(۴)

بال جبرائیل میں ان کا ذکر ہے:

۔ نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گل ایراں، وہی تبریز ساقی!(۵)

اقبال نے کہا تھا کہ:

۔ ایک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاک بخارا و سمرقند(۶)

ISSN:3007-3324(P) Tashkeel e Jadeed volume:3, Issue:1, july to December 2025
ISSN:3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

مولانا روم اور اقبال دونوں میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ دونوں نے اپنے افکار اور فلسفہ کی بنیاد اسلامی تعلیمات اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رکھی۔ دونوں کی شاعری کا محور و مرکز خودی کا عرفان ہے۔ دونوں جدوجہد مسلسل کے داعی ہیں۔ ان کے نزدیک عبادات کا مقصد صرف خوشنودی الٰہی نہیں بلکہ عرفان ذات بھی ہے۔ دونوں کی شاعری اور فکر میں کئی مماثلتیں پائی جاتی ہیں جو ان کے فلسفیانہ نظریات، روحانی تصورات اور اخلاقی تعلیمات میں جھلکتی ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی اور علامہ اقبال کے درمیان کئی فکری اور روحانی اشتراکات پائے جاتے ہیں۔ ان کے فلسفے، شاعری، اور روحانی افکار میں جو مماثلتیں موجود ہیں، وہ ان کے مشترکہ اسلامی ورثے اور انسانیت کی عظمت کے متعلق ان کے نظریات کی بنیاد پر ہیں۔

دونوں شاعروں کا یہ بنیادی پیغام تھا کہ انسان کو اپنے اصل مقصد یعنی خدا کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ رومی کی پوری شاعری میں انسان کو اپنی اصل کی طرف لوٹنے کی دعوت دی گئی ہے، جبکہ اقبال کے ہاں بھی خدا کی طرف رجوع ایک اہم موضوع ہے۔ ان مشترکہ نکات کے باوجود، اقبال کی شاعری اور فکر میں جدید دنیا کے مسائل اور قوموں کی حالت پر زیادہ زور ملتا ہے، جبکہ مولانا رومی کی تعلیمات زیادہ تر روحانی اور عرفانی پہلوؤں پر مرکوز ہیں۔ رومی اور اقبال دونوں کے ہاں عشق ایک بنیادی عنصر ہے۔ رومی کے ہاں اس کی تشریح بطور ایک روحانی قوت کے ہوتی ہے جو انسان کو خدا کی طرف لے جاتی ہے جبکہ اقبال کے نزدیک عشق اس منزل کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو پہچان لے اور اپنی پوشیدہ قوتوں کو اجاگر کرے۔ منزل عشق پر انسان کی روح بیدار اور قلب زندہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے حقیقی ارتقائی سفر کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔

؎ جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوہ در رقص آمد و چالاک شد(۷)

(خاکی جسم عشق کے فیض سے افلاک پر پہنچ گیا، پہاڑ رقص کرتا ہوا چست و چالاک ہو گیا۔)

شاد باش ای عشق خوش سودای ما
ای طبیب ، جملہ علتہائی ما(۸)

(اے ہمارے اچھے جنون والے عشق شاد و آباد رہ، کہ تو ہماری تمام علتوں اور بیماریوں کا طبیب ہے۔)

ڈاکٹر محمد ریاض فرماتے ہیں:

"رومی کے ہاں عشق، بڑے وسیع معنی رکھتا ہے اور اقبال کے ہاں بلا مبالغہ اس سے بھی وسیع تر۔۔۔۔۔۔۔۔"(۹)

رومی اور اقبال خودی کی تکمیل چاہتے ہیں اور دونوں کو عشق کے ذریعے خودی اللہ کے قریب پہنچاتی ہے۔ عقل کی تائید ضروری ہے لیکن یہ عقل عشق کے تابع ہے۔

ڈاکٹر محمد ریاض فرماتے ہیں:

"رومی ایک صافی صوفی تھے اور ساتھ ساتھ ایک مفکر متکلم بھی۔ اقبال بھی معنوی اعتبار سے صوفی تھے اور ذہنی طور پر قرون اولیٰ کی طرف ہجرت کر کے زندگی گزار گئے۔"(۱۰)

اقبال اور رومی عشق کو ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ عشق ایسی طاقت ہے جو کائنات کے ہر ذرے میں موجود ہے اور اس سے ایسے کارنامے وجود میں لائے جاسکتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ عشق جرات اور ہمت کا سرچشمہ ہے۔ یہ فیصلہ کرنے میں عقل کی طرح تذبذب کا شکار نہیں ہوتا، بہانے نہیں تراشتا اور مکاریوں سے اس کو کوئی غرض

نہیں۔ یہ بے باکی اور مسلسل کوشش سکھاتا ہے۔ مولانا رومی اور اقبال دونوں کے ہاں "عشق" ایک مرکزی اور بنیادی عنصر ہے۔ مولانا رومی نے عشق کو روحانی ترقی اور انسان کے خدا کے ساتھ تعلق کی بنیاد بنایا جبکہ اقبال نے عشق کو زندگی کی قوتِ محرکہ اور عمل کی بنیاد قرار دیا۔ دونوں کے نزدیک عشق ہی وہ طاقت ہے جو انسان کو اس کی اصل حقیقت سے جوڑتا ہے۔

مولانا روم اور اقبال دونوں کا بنیادی پیغام تھا کہ انسان کو اپنے اصل مقصد یعنی خدا کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ رومی کی پوری شاعری میں انسان کو اپنی اصل کی طرف لوٹنے کی دعوت دی گئی ہے جبکہ اقبال کے ہاں بھی خدا کی طرف رجوع ایک اہم موضوع ہے۔

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگارِ وصل خویش(۱۱)

(جو کوئی اپنی اصل سے دور ہو جاتا ہے وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرتا ہے)

مولانا کے عہد میں ہر خاص و عام نے تقدیر کا غلط عقیدہ "عقیدہ جبر" اپنے دین کا حصہ بنا رکھا تھا۔ اس سے زندگی میں عمل اور کوشش کرنے کی قوت ماند پڑ گئی۔ مولانا روم اپنے عہد کے واحد شخص نظر آتے ہیں جنہوں نے تقدیر کی اس غلط تشریح کے خلاف بڑے مدللانہ انداز میں احتجاج کیا۔ رومی تقدیر کو جبر کی بجائے ایک راستہ سمجھتے ہیں جس میں انسان اپنی جدوجہد اور عمل سے خود کو بلند کر سکتا ہے۔ اقبال کے نزدیک تقدیر ایک متحرک قوت ہے جو انسان کے عمل، جدوجہد اور قوت ارادی سے تشکیل پاتی ہے۔ وہ تقدیر کو انسان کی خودی اور اس کے ارادے کے ساتھ منسلک کرتے ہیں اور اسے جمود کی بجائے عمل اور تخلیق کی علامت قرار دیتے ہیں۔ اقبال کے یہ خیالات انسان کو اپنی ذات کی تعمیر اور دُنیا میں مثبت تبدیلی لانے کی ترغیب دیتے ہیں۔

خلیفہ عبدالحکیم فرماتے ہیں:

"اقبال اور رومی دونوں کا خیال ہے کہ تقدیر کے غلط مفہوم نے انسان کی خودی اور اخلاقی زندگی کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔"(۱۲)

دونوں شاعروں نے فطرت کو اپنی شاعری میں بطور ایک علامتی ذریعہ استعمال کیا۔ رومی نے فطرت کے مختلف عناصر (مثلاً: پانی، مٹی، آگ) کو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کے لیے استعمال کیا جبکہ اقبال نے فطرت کو کائناتی اصولوں اور انسانی خودی کے فروغ کے لیے بطور علامت استعمال کیا۔ مولانا رومی اور اقبال کا یہ فکری اور روحانی اشتراک ان کی شاعری اور فلسفے میں واضح نظر آتا ہے۔ دونوں نے اپنی تخلیقات کے ذریعے انسان کو اس کی حقیقی روحانی شناخت اور کائناتی مقصد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ رومی اور اقبال دونوں کی شاعری کا بنیادی محور انسان اور خدا کے درمیان تعلق ہے۔ مولانا رومی کی مثنوی میں یہ تعلق عشق حقیقی کے ذریعے قائم ہوتا ہے جبکہ اقبال کی شاعری میں خدا سے تعلق انسان کی خودی کی بیداری اور عملی جدوجہد سے مضبوط ہوتا ہے۔

انسان کا عقیدہ یہی ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کائنات کی تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ دونوں مفکرین کے ہاں وحدت اور اتحاد کا پیغام بہت واضح ہے۔ رومی نے انسانیت کی وحدت اور محبت کی بات کی اور اقبال نے "ملت" کے اتحاد اور باہمی رواداری پر زور دیا۔ ان کے نزدیک انسانیت کی نجات ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اتحاد میں مضمر ہے۔

ISSN:3007-3324(P) Tashkeel e Jadeed volume:3, Issue:1, july to December 2025
ISSN:3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

مولانا رومی اور اقبال دونوں کے ہاں حرکت اور تبدیلی ایک لازمی اصول ہے۔ دونوں اپنی شاعری میں قوموں اور افراد کو متحرک ہونے اور عملی زندگی اختیار کرنے کا درس دیتے ہیں۔ رومی اور اقبال دونوں انسان کو ایک عظیم اور بلند مقام پر فائز کرتے ہیں۔ رومی کے نزدیک انسان ایک نورانی حقیقت کا حامل ہے جو اپنی اصل کی طرف لوٹنے کے لیے بے تاب ہے جبکہ اقبال نے انسان کو "مردِ مومن" کے طور پر پیش کیا، جو خودی کی طاقت کے ساتھ کائنات میں تصرف کرتا ہے۔

مولانا رومی کی تعلیمات میں "خودی" یا "انا" کو پاکیزہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے تاکہ انسان خدا کی قربت حاصل کر سکے۔ اقبال نے خودی کے فلسفے کو مزید آگے بڑھایا اور اسے ایک متحرک اور ترقی یافتہ شخصیت کے لیے لازمی قرار دیا۔ ان کے نزدیک خودی انسان کو اس کی صلاحیتوں اور طاقت سے آگاہ کرتی ہے۔ علامہ اقبال کا فلسفۂ خودی انا نہیں بلکہ انانیت کی خوبصورتی کا نام ہے جہاں انسان بقا بن جاتا ہے۔ انسان کی روح اپنے اصل کی جانب کشش محسوس کرتی ہے اور اسی کی جانب سفر کرتی ہے۔ اس سفر کا نام عشق ہے اور تمام روحوں کا اصل مقام ذات الٰہی ہے۔ روح کی بیداری اصل میں دل کے زندہ ہونے کی نشانی ہے اور انسان اس کے بعد اپنے اصلی سفر کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے اور عشق اس کے سفر کی معراج ہے اس کی منزل کا پتہ ہے اگر انسان اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے اور اپنی پوشیدہ قوتوں کو اجاگر کر لیتا ہے تو وہ زمان و مکان سے ماورا ہو جاتا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ے مکانی ہوں کہ آزاد مکاں ہوں
جہاں میں ہوں کہ خود سارا جہاں ہوں(۱۳)

مولانا روم کے زمانہ میں عقلی علوم کا غلبہ تھا۔ رومی کو ان سب سے واقفیت تھی لیکن وہ محدود اور ظنی عقلیت کا شکار نہیں تھے وہ ہر مسئلہ پر غیر معمولی بصیرت اور جرأت سے تنقید کرتے تھے۔ وہ عقل کو صفات الٰہی کا اعلیٰ ترین اظہار سمجھتے ہیں۔ مولانا کے عہد میں اسلامی معاشرہ سماجی، روحانی اور مذہبی پستی کا شکار تھا۔ ظاہری رسومات کو اصل تعلیمات کے مقابلے میں فوقیت دی جا رہی تھی۔ اس زوال کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے مولانا نے قرآن کے گہرے معانی اپنانے کی ضرورت پر زور دیا اور ظاہر پرستی کی بجائے باطن کی اصلاح پر متوجہ کیا۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ قوموں کو جن فتنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ اخلاقی، روحانی، عقلی، سیاسی، علمی اور معاشی ہو سکتے ہیں لیکن اگر قوم یا ملت ان مسائل کے سامنے عزم واستحکام سے ڈٹی رہے اور متزلزل ہوئے بغیر اس پر قابو پا لے تو وہ قوم دنیا میں ترقی کرتی ہے۔ رومی کے دور میں فتنہ تاتار نے خاص وعام کو متاثر کیا لیکن مولانا نے اپنے خاص وجدان اور بصیرت سے اس کا مقابلہ کیا۔

ے چوں رومی درحرم دادم اذاں من
ازو آموختم اسرار جاں من

بہ دور فتنہ عصر کہن او
بہ دور فتنۂ عصر رواں من(۱۴)

ترجمہ:۔(رومی کی مانند میں نے حرم میں آذان دی ہے، اس سے میں نے روحانی اسرار سیکھے ہیں۔ پچھلے زمانے کے فتنہ کا مقابلہ اس نے کیا، دورِ حاضر کے فتنہ سے میں نبرد آزما ہوں)

دونوں شاعروں کی شاعری میں روحانیت اور تصوف کے گہرے اثرات ہیں۔ مولانا رومی صوفی فکر کے بڑے علمبردار تھے اور ان کے ہاں دنیاوی معاملات سے زیادہ روحانی ترقی کو اہمیت دی گئی ہے۔ اقبال بھی روحانیت کے قائل تھے اور ان کی شاعری میں انسان کی باطنی زندگی اور روحانی سفر کا گہرا ذکر ملتا ہے۔ اقبال پہلے مفکر ہیں جنہوں نے

رومی کے اہم ترین خیال کو سمجھا۔ رومی کے مطابق زندگی مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ انسان کسی امداد کے بغیر اللہ تعالی سے واسطہ رکھ سکتا ہے۔ رومی اور اقبال دونوں خودی کی تکمیل چاہتے ہیں ان کے نزدیک خودی اور بے خودی میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا مرکز تصورِ عشق ہے عشق کے ذریعے زندگی کے مشکل ترین مراحل طے کیے جاسکتے ہیں اور خدا کے قریب پہنچا جاسکتا ہے۔

میاں بشیر احمد فرماتے ہیں:

"ان کی شاعری قدیم اور جدید خیالات کا مقام اتصال ہے"(۱۵)

اقبال کے کلام کے تمام مجموعوں میں مرشد رومی اقبال کے رہبر ہیں۔ جاوید نامہ میں شروع سے آخر تک اقبال نے رومی کی مریدی میں اشعار کہے۔ علامہ محمد اقبال اور مولانا رومی کے افکار پر جس نے بھی غور کیا انھیں ہم آہنگ پایا۔ مولانا روم کے دور سے اقبال کے دور تک زمانی فاصلہ کئی صدیوں پر محیط ہے مگر معنوی اعتبار سے دونوں ایک ہی دور میں پیدا ہوئے۔ ان کے فلسفہ خودی، انسانی محبت، عشق خداوندی، تصوفیانہ خیالات اور اسلامی نظریات سب ایک ہی لڑی میں پروئے موتی ہیں۔

رومی کو اللہ نے خاص وجدان اور اندازِ بصیرت بخشا۔ اقبال فکر رومی کی عملی تصویر ہیں۔ اقبال رومی کی راہنمائی میں خود شناسی کی منزلیں طے کرتے ہیں۔ اقبال، رومی کی ضرب کی مدد سے کلیم اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ عجم کے ریگ زاروں کی خاک سے زبور کے بیش قیمت موتی اکٹھے کرتے نظر آتے ہیں۔ اقبال نے مایوس اور منجمد قوم میں خودی کی روح پھونک کر امید، حرکت اور عمل کی تحریک پیدا کر دی۔ اقبال کو روشن اور پُر نور صبح کا یقین تھا۔ رومی کا اہم ترین فلسفہ، حرکت و عمل ہے۔ یہی حرکت و عمل اقبال کے کلام میں بھی نظر آتی ہے۔ انسان خود خدا سے براہ راست واسطہ رکھتا ہے۔ خدا خود سب سے فعال ہستی ہے اور کوشش کو پسند کرتا ہے۔

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى

(نہیں ملتا کسی کو مگر اتنا جتنے کے لیے وہ محنت کرے)(۱۶)

نورالحسن ہاشمی فرماتے ہیں: "اور بالکل یہی چیز جو رومی نے بتلائی ہے کہ جس میں جتنی ہمت و جرات ہوتی ہے اتنا ہی اس کا رتبہ بلند ہوتا ہے۔۔۔"(۱۷)

یہ ایک خوشگوار حقیقت ہے کہ رومی کے افکار کا اصل وارث کئی صدیوں بعد پیدا ہوا۔ جب تک دنیا میں رومی کے چاہنے والے موجود ہیں اقبال کا کلام بھی ساتھ پڑھیں گے۔ رومی کا ایمان تھا کہ جاوداں، پیہم رواں، ہر دم جواں، ہے زندگی۔ انہوں نے جو چراغ عجم میں جلایا تھا، وہ اقبال نے چودھویں صدی میں اپنے کلام کے ذریعے روشن تر کر دیا۔ اس کی روشنی میں سوئی قوم کا ضمیر جاگا اور مملکت پاکستان کو وجود میں لانے کا باعث بنا۔ آج اکیسویں صدی میں ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ رومی اور اقبال کی فکر میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں ہی امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ چاہتے ہیں دونوں ہی وہی دور واپس لانا چاہتے ہیں جس میں مسلمانوں کو عزت، آبرو اور وقار حاصل تھا۔

اقبال نے شعر کی شکل میں جو موتی پروئے ہیں وہ کسی اور کا کمال نہیں رومی کی صناعی بے مثال ہے۔ اقبال رومی کی عہد میں پیدا ہوئے اور ہمارے عہد میں زندگی بسر کرتے رہے، وہ دو زمانوں کے درمیان رابطہ بنے اور رومی کی تعلیمات کو اپنے فلسفۂ حیات میں عملی صورت میں پیش کر گئے۔ اب یہ اقبال شناسوں کا کام ہے کہ اس گنج ہائے گراں مایہ سے کام لے کر اپنی نوجوان نسل کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔

آج کے دور کا یہ تقاضا ہے کہ ان کی تعلیمات کو عام کیا جائے، ان کی فکر سے مردہ قوم کو دوبارہ زندگی کی حرکت و عمل کی طرف راغب کیا جائے اور امت مسلمہ کی اجتماعی فکر کو عام کیا جائے۔ ہر عہد کا مجدد ہوتا ہے اور اس عہد کے مجدد اقبال شناس ہیں۔ ان کا فرض بنتا ہے کہ اپنے علم و عمل کے ذریعے رومی اور اقبال کی سنت کو زندہ کریں۔ فرنگ کا فسوں آج بھی اسی طرح اپنی آب و تاب دکھا رہا ہے لیکن فسوں تو جادو کو کہتے ہیں یہ زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا۔ اقبال اور رومی کی تعلیمات کو عام کر کے اس کا توڑ کیا جاسکتا ہے۔ امت مسلمہ میں آج اس پیغام کو پھیلانا ہوگا کہ

پھونک ڈالے یہ زمین و آسمان مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے(۱۸)

حوالہ جات

۱۔ چغتائی، محمد اکرام "مولانا جلال الدین رومی، حیات و افکار" (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴)،ص:۴

۲۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، "کلیاتِ اقبال" (اردو)، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۷ء)، ص:۳۴۵

۳۔ رومی، جلال الدین، مولانا، "کلیاتِ دیوان شمس تبریزی" با مقدمہ و تصحیح محمد عباسی، (از مرکز پخش: خیابان جمہوری، انتشارات نشر طلوع، ۱۹۹۹)، ص:۱۶۶

۴۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، "کلیاتِ اقبال" (اردو)، ص:۲۳۳

۵۔ ایضاً، ص:۳۵۱

۶۔ ایضاً، ص:۵۳۵

۷۔ رومی، جلال الدین، مولانا "مثنوی مولوی معنوی،، بترجمہ مولانا قاضی سجاد حسین صاحب، (لاہور: حامد اینڈ کمپنی، ۱۹۷۶ء)، ص:۳۳

۸۔ ایضاً، ص:۳۳

۹۔ محمد ریاض، ڈاکٹر "اقبال اور فارسی شعراء"، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۷ء)، ص:۱۲۹

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۳۹

۱۱۔ رومی، جلال الدین رومی، مولانا "مثنوی مولوی معنوی،، بترجمہ مولانا قاضی سجاد حسین صاحب، ص:۳۱

۱۲۔ عبدالحکیم، خلیفہ، مضمون، "رومی اور اقبال"، مشمولہ۔ جشنِ اقبال نمبر۔ اورینٹل کالج میگزین۔ مدیر۔ عبادت بریلوی۔ جلد:۳۔ص:۱۸

۱۳۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، "کلیاتِ اقبال"" (اردو)، ص:۴۰۶

۱۴۔ شادانی، طاہر، ضیا محمد ضیا، مترجم، " تسہیل ارمغانِ حجاز، حصہ فارسی" (لاہور: اقبال اکادمی، پاکستان، ۱۹۷۷ء)، ص:۱۰۳

۱۵۔ احمد۔ میاں بشیر۔ مضمون۔ "رومی اور اقبال"۔ مشمولہ۔ "ہمایوں" فروری۔ ۱۹۵۰ء۔ص:۱۴۷

۱۶۔ "قرآن مجید،،، سورت النجم، آیت نمبر 39

۱۷۔ ہاشمی، نورالحسن، مضمون، "اقبال کا نوجوان"، مشمولہ، "اقبالیات کے نقوش"، از ڈاکٹر سلیم اختر، (لاہور: اقبال اکادمی، پاکستان، ۱۹۷۷)، ص:۹۵

۱۸۔ محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،"کلیات اقبال،"(اردو)،ص:۲۸۸

References:

1. Muhammad Ikram Chugtai, Molana Jalaluddin Rumi, Hayyat o Afkar, Sang e meel Publications, Lahore,2004, P5
2. Muhammad Iqbal, Dr. Allama, Kulliyat-e-Iqbal (Urdu), Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2017, p. 345.
3. Jalaluddin Rumi, Maulana, Kulliyat-e-Diwan-e-Shams Tabrizi, with introduction and editing by Muhammad Abbasi, Markaz Pakhsh Khiaban Jomhuri, Intisharat Nashr Tolou, 1999, p. 166.
4. Muhammad Iqbal, Dr. Allama, Kulliyat-e-Iqbal (Urdu, p. 633.
5. Ibid., p. 351.
6. Ibid., p. 535.
7. Jalaluddin Rumi, Maulana, Masnavi Maulvi Manavi, translated by Maulana Qazi Sajjad Hussain Sahib, Hamid & Company, Lahore, 1976, p. 33.
8. Ibid., p. 33.
9. Muhammad Riaz, Dr., Iqbal aur Farsi Shuara, Iqbal Academy Pakistan, 1977, p. 129.
10. Muhammad Riaz, Dr., Iqbal aur Farsi Shuara, referenced from Maktubat-e-Iqbal, compiled by Syed Nazir Niazi, Iqbal Academy Pakistan, 1977, p. 139.
11. Jalaluddin Rumi, Maulana, Masnavi Maulvi Manavi, translated by Maulana Qazi Sajjad Hussain Sahib, , 1976, p. 31.
12. Oriental College Magazine, Volume 03, Jashn-e-Iqbal Number 1977, edited by Ibadat Barelvi, article "Rumi aur Iqbal" by Khalifa Abdul Hakim, p. 18.
13. Muhammad Iqbal, Dr. Allama, Kulliyat-e-Iqbal (Urdu), , p. 406.
14. Muhammad Iqbal, Dr. Allama, Tashil Armaghan-e-Hijaz, Persian section, translated by Tahir Shadani, Zia Muhammad Zia, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 1997, p. 103.
15. Humayun, February 1950, article "Rumi aur Iqbal" by Mian Bashir Ahmad, p. 147.
16. Quran Majeed surah Al.Najam, Ayyat No 39
17. Saleem Akhtar, Dr., Iqbaliyat ke Naqoosh, Iqbal Academy Pakistan, article "Iqbal ka Nojawan" by Noor-ul-Hasan Hashmi, 1977, p. 95.
18. Muhammad Iqbal, Dr. Allama, Kulliyat-e-Iqbal (Urdu, p. 288.